R.No. 2189/57

Regd. No. L922

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

جلد ۲۳ - شمارہ ۱۱ | ایڈیٹر - آل احمد سرور | ۱۵ مارچ ۱۹۶۴ء

اداریہ

انجمن کی شاخوں کی تنظیم

انجمن کی ریاستی شاخوں میں سے بیشتر نے اپنے انتخابات کی کارروائی ختم کر لی ہے جہاں جہاں انتخاب باقی ہے وہاں بھی جلد ہو جائے گا۔ انجمن کے دستور کے مطابق ریاستی شاخ، ریاست کی تمام مقامی شاخوں کے کام کی نگرانی کرتی ہے۔ اگر ریاستی شاخ فعال ہے تو مقامی شاخوں کو بھی فعال بناتی ہے، اگر ایسا نہیں ہے تو قدرتی طور پر مقامی شاخیں بھی سست پڑ جاتی ہیں۔ کبھی کبھار مقامی شاخیں کسی سلسلے میں مرکز سے رجوع کرتی ہیں۔ ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ہم ایسے سارے معاملات ریاستی شاخ کے علم میں لاتے ہیں اور ریاستی شاخ عام طور پر ضروری کارروائی کرتی ہے۔ جہاں ان سے کوتاہی ہوتی ہے وہاں ہم انھیں پھر توجہ دلاتے ہیں۔ انجمن کی تنظیم دراصل ایک اخلاقی تنظیم ہے۔ تادیبی کارروائی نہ ہم پسند کرتے ہیں اور نہ یہ عام طور پر کرنا چاہیے۔ ان کسی بہت ہی مخصوص صورت میں اگر اس کی ضرورت پڑے تو انجمن کی مجلس عاملہ ایسا کر سکتی ہے اور وہ اس سلسلے میں تمام معلومات مہیا کرنے اور ہر پارٹی کو موقع دینے کے بعد ہی ایسا کرتی ہے۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ریاستی شاخوں کو اب نئے سرے سے مقامی شاخوں کا جائزہ لینا چاہیے۔ جو شاخیں فعال ہیں ان کی ہمت افزائی ضروری ہے، جو شاخیں ذرا سی توجہ سے فعال ہو سکتی ہیں ان پر توجہ کی جائے اور ان کی مدد کی جائے، جو شاخیں کچھ نہیں کرتیں انھیں ان کا فرض یاد دلایا جائے اور اگر وہ اس کے بعد بھی عضو معطل رہتی ہیں تو پھر ریاستی شاخ کو ضرور مناسب کارروائی کرنی چاہیے تاکہ دوسری شاخیں ان کے جمود سے متاثر نہ ہونے پائیں۔

ریاستی شاخوں کو دو باتوں پر خاص توجہ دینی چاہیے انھیں اپنے علاقے کے مسائل سے زیادہ تر سروکار رکھنا چاہیے اور انھیں حل کرنے کے لئے مرکز کی مقرر کردہ پالیسی پر پورا عمل کرنا چاہیے۔ یوں تو بہت سی ریاستی شاخوں کے کارکن مرکزی انجمن کی مجلس عام کے ممبر ہیں۔ مگر ریاستی شاخوں کی بہتر نمائندگی کے لئے عنقریب انجمن کے دستور میں ایک ترمیم کی سفارش کی گئی ہے جس کی رو سے صدر انجمن چار ریاستی شاخوں کے کارکن مرکزی مجلس عام میں نامزد کر سکے گا۔ اس طرح ریاستی شاخوں کے جذبات و خیالات کی اور بہتر نمائندگی ہو سکے گی۔ ریاستی شاخوں کو دو باتوں پر خاص توجہ کرنی چاہیے۔ ان کے اہم کارکنوں میں ایسے اشخاص ضرور ہوں جو ابتدائی ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کی منزل پر اردو تعلیم کا عملی تجربہ رکھتے ہوں۔ کچھ ایسے اشخاص ضرور ہوں جو عدالتوں اور دفاتر میں اردو کے چلن کے متعلق اعداد و شمار جمع کر سکیں۔ کچھ ایسے کارکن ہوں جو مجالس قانون ساز کے ممبران کو متاثر کر سکیں۔ کچھ دوسری جدید ہندوستانی زبانوں سے ربط قائم کرنے والے ہوں، کچھ اخبار نویس ہوں جو اردو کے علاوہ انگریزی، ہندی اور علاقائی زبانوں میں اردو کا کیس پیش کر سکیں۔ ان ممبروں کے علاوہ کچھ پورا وقت دینے والے تنخواہ دار کارکن بھی ہوں

اس اشاعت میں

جو ریاستی شاخوں کے دفتر کو چلا سکیں اور جب ضرورت ہو تو دورہ کر سکیں۔ تنخواہ دار کارکنوں کے لئے مالی وسائل کی ضرورت ہے اور یہ وسائل بہر حال فراہم کرنا چاہئیں۔ مرکز کسی خاص کام کے لئے تھوڑی بہت امداد دے سکتا ہے، مگر ریاستی شاخوں کو زیادہ تر اپنی کڑھائی کے لئے ایندھن خود ہی فراہم کرنا ہے، اس کے لئے وہ کچھ عام مقبولیت کا لٹریچر شائع کر سکتی ہیں کچھ خاص مشاعرے کر سکتی ہیں، کچھ چندہ جمع کر سکتی ہیں، کچھ مستقل معاون بنا سکتی ہیں۔ مقامی شاخوں کو بھی اسی طرح اپنے ممبر زیادہ سے زیادہ وسیع حلقے سے لینا چاہئیں اور دو ایک کل وقتی کارکن بھی رکھنا چاہئیں۔ اگر صرف ادبی جلسوں ہی پر توجہ دی گئی تو اُردو تحریک کے بہت سے ضروری کام رہ جائیں گے لیکن ادبی جلسوں اور مشاعروں کی مقبولیت سے یہ فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے کہ ان کے ذریعے شاخوں کے مالی وسائل کو بڑھایا جائے۔ ہر علاقے میں ضروری اعداد و شمار فراہم کرنا پہلا فرض ہے۔ بہت سے کاموں میں سے پہلے ضروری کاموں کو لینا اور رفتہ رفتہ اپنا دائرۂ عمل بڑھانا، دوسرا فرض ہے۔ ساتھیوں پر اعتراض کرنے کے بجائے اور ایک دوسرے کی مخالفت میں ساری قوت ضائع کرنے کے بجائے کام کے اور ساتھی تلاش کرنے چاہئیں، اُردو تحریک کو اب سنجیدہ، ہوش مند، مستقل مزاج اور مخلص اشخاص اور اداروں کی ضرورت ہے جو خاموشی سے اپنا کام کرتے رہیں اور اس کام کو قومی نقطۂ نظر سے انجام دینے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

سیر بین

ساہتیہ اکاڈمی ہر سال ہر جدید ہندوستانی زبان کی بہترین ادبی تصنیف پر انعام دیتی ہے۔ امسال ہندی کی بہترین تصنیف پر یہ انعام پریم چند کی سوانح عمری "قلم کا سپاہی" پر اُن کے بیٹے امرت رائے کو ملا ہے۔ انعامات ۱۵ مارچ کے اکیڈمی کے سالانہ جلسے کے موقع پر تقسیم کئے جائیں گے، مگر ہندی کا انعام غالباً نہ دیا جا سکے گا کیونکہ اس کے سلسلے میں ایک مقدمہ دائر ہو چکا ہے۔ مدن گوپال نے جو پریم چند کی سوانح عمری بہت پہلے لکھ چکے ہیں، عدالت میں دعویٰ کیا ہے کہ امرت رائے نے ان کی کتاب کا بہت سا مواد بغیر اُن کی اجازت کے استعمال کر لیا ہے۔ بہر حال یہ فیصلہ تو عدالت کرے گی کہ مدن گوپال کا دعویٰ کہاں تک درست ہے، مگر فی الحال ہندی کا انعام ملتوی سمجھئے۔

ہماری رائے میں مدن گوپال کو عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے سے پہلے ساہتیہ اکاڈمی کے صدر کو اس معاملے کی طرف توجہ دلانی چاہئے تھی۔ اگر وہ کچھ نہ کرتے تو پھر چارہ جوئی کا حق تو تھا ہی۔ عدالت کی آخری راہ تو ہر وقت کھلی ہوئی ہے۔ لیکن ادبی معاملات کو قانون کی موشگافیوں کے ذریعہ سے طے کرنا آداب محفل کے مطابق نہیں معلوم ہوتا۔

پروفیسر احتشام حسین نے ایک صاحب کا خط سیر بین کے کالم کے لئے بھیجا ہے جو حرف بحرف درج ذیل ہے:

"مکرمی جناب مدیر صاحب، تسلیم۔ بصد نیاز خدمت میں عرض ہے کہ میرے ایک عزیز امسال امتحان انٹرمیڈیٹ بورڈ یوپی میں شریک ہو رہے ہیں۔ اُن کے لئے پروفیسر آل احمد صاحب سرور کا کیریکٹر مطلوب ہے۔ مندرجہ ذیل سوال ان کے کیریکٹر سے متعلق ہے۔ سوال: "دور جدید میں آل احمد سرور نے دلکش ادبی وقار کے ساتھ اُردو کے تنقیدی ذخیرے میں نمایاں اضافہ کیا ہے۔ اس رائے سے آپ کہاں تک متفق ہیں مع دلائل لکھئے۔"

احتشام صاحب اپنے خط میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"واقعہ یہ ہے کہ پہلا جملہ پڑھ کر تو میں فکر میں پڑ گیا کہ اب اس عمر میں سرور صاحب کے کیریکٹر کی کس کو فکر ہے لیکن آگے پڑھ کر اندازہ ہوا کہ یہ ایسی بات ہے جو پرسوں ترسوں لکھنؤ اسمبلی میں پیش آئی تھی۔ ایک بیچارے ٹیچر نے اپنے باپ اور چچا کی "کورٹ شپ" کا ذکر کیا تھا۔ تفصیل میں جانے پر معلوم ہوا کہ اس کا مقصد مقدمہ بازی تھا۔"

چلئے، اس بہانے سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ کیریکٹر اور کورٹ شپ کتنے "پہلو دار" لفظ ہیں۔

اُردو، دنیا کی امیر ترین زبانوں میں ایک ہے

اُردو ہر شخص کو سیکھنی چاہئے (سنجیوا ریڈی)

حیدر آباد۔ ۱۰ مارچ۔ آندھرا پردیش کے سابق وزیر اعلیٰ شری سنجیوا ریڈی نے اُردو کے سلسلے میں ایک اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اُردو، دنیا کی چند مالدار ترین زبانوں میں ایک زبان ہے۔ اس میں بے شمار الفاظ ہیں، اور ہر طرح کی آواز ادا کرنے کے لئے اس میں حروف بھی موجود ہیں۔ اس لئے اس زبان کو سیکھنے کے لئے تمام لوگوں کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔ سابق وزیر اعلیٰ آندھرا پردیش نے یہ بھی کہا کہ یہ زبان ہندوستان کی تمام زبانوں سے زیادہ شیریں اور دل نشین ہے۔

ڈاکٹر جمیل حسن خاں

فقیر محمد خاں گویا

نواب فقیر محمد خاں گویاؔ جوشؔ ملیح آبادی کے پردادا، خیرآباد ضلع سیتاپور کے گورنر اور ایک خوش گو شاعر کی حیثیت سے مشہور ہیں، لیکن آج تک کسی نے اُن کے سوانح حیات اور شاعری کے متعلق کسی مختصر سے مضمون ہی میں اظہارِ خیال کی ضرورت نہیں سمجھی۔ حُسنِ اتفاق کہ جوشؔ پر ریسرچ کے سلسلے میں مجھے گویاؔ کی حیات و شخصیت کا مطالعہ کرنے اور ان کی شاعری سے لطف اُٹھانے کا بھی موقع ملا۔ اس مضمون میں میں نے اُن کے سوانح حیات و شاعری کے متعلق جو کچھ پیش کیا ہے، اُس میں اپنے تھیسس (Thesis) کے باب اوّل (جو جوشؔ کے سوانح و شخصیت سے متعلق ہے) سے بھی مدد لی ہے۔ یہ مضمون دو حصوں میں منقسم ہے، پہلے میں گویاؔ کی حیات کے بعض نقوش پیش کئے گئے ہیں اور دوسرے میں اُن کی شاعری سے گفتگو کی گئی ہے۔

فقیر محمد خاں گویاؔ کے دادا "یار بیگ خاں" آفریدی جو علی خیل قبیلے کے ایک فرد تھے، اٹھارہویں صدی میں مع اہل و عیال کے کابل سے (درّہ خیبر کی وادی "تیرہ" سے) ہندوستان آئے، اور قایم گنج ضلع فرخ آباد میں قیام پذیر ہوئے اور صفدر جنگ[۱] کی فوج میں شامل ہوگئے۔ یار بیگ خاں کی قبر کا کوئی سُراغ نہ مل سکا لیکن یہ یقینی امر ہے کہ ان کی دوسری پُشت وہیں شروع ہوئی اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔

قایم گنج میں محلہ "گڑھی نور خاں" جو سرائے بی بی رابعہ (جسے اب "سربیان" کہتے ہیں) سے متصل ہے، وہیں اس خاندان کا آبائی مکان واقع تھا جو استبدادِ وقت اور مرورِ ایام کے ہاتھوں اب برباد ہوچکا ہے، لیکن اُس کے کچھ نشانات بنیادوں اور کھنڈروں کی شکل میں اب بھی باقی ہیں۔ کچھ مدّت تک یہ خاندان قایم گنج ضلع فرخ آباد میں مقیم رہا۔ لیکن یار بیگ خاں کے انتقال کے بعد اُن کے بیٹے محمد بلند خاں کے زمانے میں جب نواب بنگش نے اس خاندان کی کسی لڑکی کو اپنا پیغام بھیجا تو اس کے فقیر محمد خاں (محمد بلند خاں کے بیٹے) نے انکار کیا اور کہا کہ "ہم بنگش خاندان میں اپنی لڑکی نہیں دیں گے"۔ اور وہاں سے ترکِ سکونت کی۔ فقیر محمد خاں مع اپنے والد محمد بلند خاں اور مع خاندان کے ملیح آباد[۲] چلے آئے، اور ملیح آباد میں "کنولہار" (جو میرزا گنج سے ایک میل کے فاصلے پر ہے) میں آکر قیام کیا۔ محمد بلند خاں کا مقبرہ کنولہار میں اب بھی موجود ہے۔ ملیح آباد میں سکونت اختیار کرکے فقیر محمد خاں بسلسلۂ ملازمت حیدرآباد چلے گئے، جس وقت فقیر محمد خاں حیدرآباد جارہے تھے تو بعض لوگوں نے ازراہِ مذاق کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حیدرآباد فتح کرنے جارہے ہیں۔ وہاں سے پھر ملازمت کے سلسلے میں نواب امیر محمد خاں کے پاس "ٹونک" پہنچے، حیدرآباد سے ملازمت ترک کرنے یا برطرف ہونے کا سبب معلوم نہ ہوسکا۔ ٹونک میں نواب امیر محمد خاں کی فوج میں شامل ہوکر مختلف لڑائیوں میں شریک ہوئے، بھوپال اور جے پور کی لڑائیوں میں فقیر محمد خاں کا نمایاں ہاتھ رہا۔ غازی الدین حیدر جب بسلسلۂ دعوت ٹونک گئے تو انھوں نے نواب امیر محمد خاں سے یہ کہا کہ "ہم تم سے ایک چیز مانگنا چاہتے ہیں، اس سپہ سالار کو ہم کو دے دو۔" فقیر محمد خاں کو مانگ لیا۔ اس طرح فقیر محمد خاں اُن کی ملازمت میں اودھ آگئے[۳]۔ اور نصیرالدین حیدر کے زمانے تک خدمات انجام دیں۔ "اودھ کا بیان" کا مصنف لکھتا ہے کہ:-

> "غازی الدین حیدر کے بیٹے نصیرالدین حیدر چھبیسویں برس تخت نشین ہوئے، آغا میر اب تک وزیر تھا اور بالکل مالک تھا۔ فقیر محمد خاں اور چندو خاں جن کے پاس بہت سے رسالے تھے آغا میر کے حامی اور مددگار تھے۔"[۴]

نجم الغنی خاں مولف "تاریخ اودھ" نے ان کا ذکر چند جگہ کیا ہے، ایک جگہ اُن کے متعلق رقمطراز ہیں:-

> "فقیر محمد خاں گویاؔ تخلص، یہ صاحب بخشی محمود خاں فریدی مدارالمہام نواب قایم خاں بنگش والی فرخ آباد کے خاندان میں سے تھے۔ شجاع اور دلیر آدمی تھے، شعر و سخن سے بہت ذوق و شوق تھا۔ صاحبِ دیوان ہیں، شیخ امام بخش ناسخؔ سے مشورہ تھا۔"[۵]

اسی طرح سید کمال الدین حیدر نے اپنی مشہور و معروف تاریخ

۱؎ صفدر جنگ خاندانِ بنگش کے دشمنِ جانی تھے۔ تاریخ اودھ از نجم الغنی خاں جلد اول ص ۸۲۔ ۲؎ ملیح آباد کا پورا علاقہ پاسیوں کی ریاست تھی، جہاں سے چار پانچ میل دور ایک جگہ "کسمنڈی" کے نام سے مشہور ہے "کسمنڈی" تھی جو راجہ کنس کے نام پر مشہور تھی (باقی حاشیہ دوسرے کالم میں)

۳؎ قیصر التواریخ از سید کمال الدین حیدر ص ۳۱۲۔ ذکر چھپا ۱۹۱۶ء۔ ۴؎ اودھ کا بیان ص ۲۷-۲۸۔ ۵؎ تاریخ اودھ جلد سوم از نجم الغنی ص ۹۰ طبع اول۔

(بقیہ حاشیہ گزشتہ کالم) اسی جگہ سید سالار مسعود غازی کی اور راجہ کنس کی لڑائی ہوئی تھی، اُس جگہ اس وقت تک ایک بڑی تعداد میں مزارات موجود ہیں۔ یہاں ایک "لکھنا" پاسی تھا جو بہت سرکش تھا، یہ سب علاقہ راجہ کنس کے ایریا (......) میں شامل تھا اور وہ لکھنا بھی اسی راجہ کنس کا آدمی تھا۔ اسی کے نام سے "ملیا باد" نام پڑا، جس سے بعد کو بگڑ کر "ملیح آباد" ہوگیا۔ ملیح آباد ایک قصبہ بھی ہے اور تحصیل بھی۔ اس میں اس وقت کل بارہ محلے ہیں، جن کے نام یہ ہیں:- مرزا گنج، منشی گنج، کنولہار، چودھرانہ، بزریا، حمیدہ، محمد نگر، کمہاروں ٹولہ، سید باڑہ، سیتلی ٹولہ۔

موسوم بہ "قیصر التواریخ" ہے اس میں فقیر محمد خاں کا جو جگہ تذکرہ کیا ہے اُس میں سے تین اقتباس ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں :-

۱۔ "فقیر محمد خاں نواب امیر خاں کے لشکر سے تازہ وارد تھے سپاہی سمجھ کر تین سو ٹپے کی رسالہ میر علی پناہ و بناسی کی دی، رسالدار کیا، تاج الدین حسین خاں کا اُن کا ہمسایہ تھا انھوں نے اپنا گھر نذر کیا، پھر اس کے رفتہ رفتہ اُن کا قرب و منزلت بڑھا، سبحان علی خاں اور یہ دونوں مقرب خاص ہوئے۔ نواب منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خاں کو ہمراہ پلٹن و رسالہ محمدی سمجھ کر بالادت جناب عالی نظامت خیرآباد و محمدی پر روانہ کیا۔"[1]

۲۔ "خلاصہ نواب معتمد الدولہ کا تسلط تمام ہوا اُن کا تیر اعظم اوج شرف پر طالع ہوا، اہلکاران سرکار سے جس نے سرتابی کی یا انھیں کسی طرح کا اُس سے شبہ ہوا درک اسفل کو گیا، جن سے مطمئن تھے مقدمات مالیات وہیں حاضر حضور کیا ......
فقیر محمد خاں، بہنڈو خاں رسالداروں کو سوائے رسالے کے نظامت خام بھی دی۔"[1]

۳۔ "چنانچہ صاحب نے پیشتر قید کرنے کے میر منشی سید غلام حسین کو فقیر محمد خاں رسالدار کے پاس بھیجا کہ ہم نواب کو قید کرتے ہیں اگر کسی سوار نے تمہارے گھوڑے پر زین باندھا مجرم سرکار ہو گے۔ فقیر محمد خاں اُس وقت مرغ کی بازی کی جوڑ دیکھ رہے تھے چپکے گھر میں چلے گئے۔"[2]

محمد بلند خاں آخر وقت تک "کنولہار" میں رہے لیکن فقیر محمد خاں نے میرزا گنج میں سکونت اختیار کی، یہ رقبہ سندیلہ کے نواب نے فقیر محمد خاں کو تحفتہً دیا تھا[3] جس کو انھوں نے اپنے کارکن (کارندے) مرزا ہستو بیگ کے نام پر "مرزا گنج" کے نام سے بسایا۔ اور یہیں یہ خاندان آباد ہو گیا، اور آج تک آباد ہے۔

فقیر محمد خاں کو "عامل" کے لقب سے پکارا جاتا تھا، اپنی فوجی خدمات کے صلے میں "حسام الدولہ" "تہور جنگ" کے خطابات پائے۔ وہ خیرآباد ضلع سیتاپور کے گورنر اور اودھ کی سلطنت کے سپہ سالار تھے، گویا بہت صاحب اقتدار امیر تھے، بڑے بڑے اُمرا اور رؤسا اُن کو بڑی قدر کی نظر سے دیکھتے تھے اور اُن کا احترام کرتے تھے، اودھ کی تواریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اودھ میں جو اعزاز فقیر محمد خاں کو حاصل تھا وہ شاہزادوں کو بھی میسر نہ تھا۔ رسالداری کے علاوہ اودھ کی نظامت کا کام بھی وہی انجام دیتے تھے، شاہزادے اور ولیعہد سلطنت بھی انھی کے ہاتھ سے تنخواہ پاتے تھے۔ وہ بڑی امیرانہ شان اور آن بان سے زندگی گذارتے تھے۔ آموں کے بہت قدردان و دلدادہ اور اُس کے بڑے ماہر تھے، مزاج میں صحت و نفاست اس قدر تھی کہ انھوں نے اپنا آموں کا باغ دودھ اور شربت سے سینچوایا تھا۔

صفیر بلگرامی اپنے تذکرہ "جلوۂ خضر" میں لکھتے ہیں :-

"آموں کا بہت شوق تھا، نادر آم اہتمام سے لگائے گئے تھے اور سُنا ہے کہ دودھ اور شربت وغیرہ سے سینچے گئے تھے۔"[4]

اسی طرح وہ شعر و ادب کے بھی بڑے قدردان تھے، ان کا اکثر وقت علم و فضل اور شعر و ادب کی محفلوں میں گذرتا تھا، مشاعروں، مذہبی مناظروں وغیرہ میں وہ بڑے شوق سے شریک ہوتے تھے اور ان میں دلچسپی لیتے تھے، وہ کٹر سُنّی تھے، بلکہ بعض لوگ انھیں متعصب تک کہتے تھے۔

کریم الدین اپنے تذکرے "طبقات شعرائے ہند" میں رقمطراز ہیں کہ :-

"گویا تخلص حسام الدولہ نواب فقیر محمد خاں بہادر کا۔ وہ اُمرائے نامی لکھنؤ سے ہے، بالفعل عہدۂ رسالداری نواب کے سرکار میں رکھتا ہے، سُننے میں آیا ہے کہ علماء، شعراء وغیرہ سے اُس کو بہت محبت ہے خصوصاً ہر ایک شاعر کی قدر کرتا ہے اور ہمیشہ شیعوں سے لکھنؤ میں اُس کے ہمراہ محرم شریف میں ہنگامہ رہتا ہے سُننے میں آیا ہے کہ یہ شاعر بہت متعصب سُنّی ہے، اکثر مباحثہ شیعوں سے اُس کے ساتھ ہوتا ہے، شجاع اور دلاور بھی ہے، شیخ امام بخش ناسخ کے شاگردوں میں ہے، اُس کا دیوان چھپ گیا ہے، شعر بہت اچھا کہتا ہے، پُرگو اور فصیح شاعر ہے، شعر اُس کا مذاق سے خالی نہیں۔"[5]

قادر بخش صابر دہلوی "گلستان سخن" میں لکھتے ہیں :-

"گویا تخلص فقیر محمد خاں شاگرد شیخ امام بخش ناسخ لکھنؤ میں زبدۂ امرائے نامی اور قدوۂ کبرائے گرامی سے شمار کیا جاتا ہے اُس سواد میں مومنین پاک کی کثرت اور حضرات شیعہ کی افراط پر اس سُنّی عالی مرتبہ کا وجود نادر مغتنمات سے ہے، سخن اُس کا الفاظ فصیح اور معنی غریب اور نکات برجستہ اور اشارات دلچسپ سے مملو ہے۔"[6]

اُن کا عربی و فارسی کا ذوق بڑا پاکیزہ تھا، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ عربی عربوں کی طرح بولتے تھے، وہ شاعر بھی تھے اور گویا تخلص کرتے تھے، اُن کا شمار اچھے شاعروں میں ہوتا تھا، شیخ امام بخش ناسخ سے شرف تلمذ حاصل تھا، آئندہ اس مضمون کے دوسرے حصے میں اُن کی شاعری سے گفتگو کی جائے گی۔ تقریباً ۷۰ سال کی عمر میں لکھنؤ میں انتقال کیا اور وہیں اپنے احاطے میں دفن ہوئے۔

گویا کی اولادوں میں اُن کے دو بیٹوں (محمد احمد خاں احمد تعلقدار و آنریری مجسٹریٹ اور محمد نسیم خاں) کا پتہ چل سکا جو اُن کی وفات کے بعد تک زندہ رہے۔ بڑے بیٹے نواب محمد احمد خاں شاعر بھی تھے اور احمد تخلص کرتے تھے، اُن کا مجموعۂ کلام بھی "مخزن آلام" کے نام سے چھپ چکا ہے۔

---

[1] قیصر التواریخ جلد اول ص ۲۱۳-۲۴۲-۲۹۲۔
[2] قیصر التواریخ جلد اول ص ۲۱۳-۲۴۲-۲۹۲۔
[3] بحوالہ "نامۂ مظفری" تاریخ شاہ آباد ضلع ہردوئی۔
[4] جلوۂ خضر از سید فرزند علی صفیر بلگرامی ص ۱۸۴-۱۸۵۔
[5] طبقات شعرائے ہند از کریم الدین ص ۳۸۲ قسم دوم طبقۂ چہارم۔
[6] گلستان سخن ص ۴۰۷ از قادر بخش صابر دہلوی۔

نیپالی: بھیم ندھی تواری

اُردو ترجمہ: اقبال کرشن

ٹھٹھرا ٹھٹھرا

۱۔ ماگھ مہینہ تھا اور صبح سے ہی سرد ہوا چل رہی تھی
چھت پر رستے میں، کھلیان میں جیسے کہ پینی جم گئی تھی
سردی خوب تھی، پانی کی سطح آئینہ جیسی ہو گئی تھی
ایک غریب بچارا ٹھٹھر ٹھٹھرا ہر کسے اس پہ دیا آئے

۲۔ نام کی اک ٹوپی تھی سر پر وہ بھی بالکل بوسیدہ سی
نیز اس کا چیتھڑا کپڑا، پیٹھ اور چھاتی جھانک رہی تھی
اک دھوتی چار انگل کی، ورنہ اس کو ننگا ہی سمجھیئے
ایک غریب بچارا ٹھٹھر ٹھٹھرا، ہر کسے اس پہ دیا آئے

۳۔ دونوں ابرو اس کے سفید لگتے تھے، گویا یخ بستہ تھے
انگوٹھے اور ناخن اس کے سردی سے نیلے پڑ گئے تھے
ایڑیاں، دونوں پھٹ پھٹ گئی تھیں، خون مسلسل جاری تھا
ایک غریب بچارا ٹھٹھر ٹھٹھرا، ہر کسے اس پہ دیا آئے

۴۔ گاہ سڑک کے کنارے بیٹھے، ہاتھ اپنا چھاتی پر باندھے
اور کبھی سرخی مشرق کو کھوجے، جانب مشرق تاکے
گھٹنوں میں دبائے دونوں ہتھیلیاں سی سی کی آکرتا جائے
ایک غریب بچارا ٹھٹھر ٹھٹھرا، ہر کسے اس پہ دیا آئے

۵۔ جسم اس کا ٹھنڈا ٹھنڈا جیسے ہمالہ کی برف آلود فضا
لیکن پیٹ میں اک آگ سی جلتی تھی سردی سے بے پروا
منہ سے بھاپ نکلتی جاتی تھی، دانت تمام بج اٹھتے تھے
ایک غریب بچارا ٹھٹھر ٹھٹھرا، ہر کسے اس پہ دیا آئے

سلام بن رزاق پنویلی

قاتل؟

ہر تمنا کا گلا گھونٹ دیا ہے میں نے
اپنی ہر خواہشِ معصوم کا قاتل ہوں میں
ہاتھ آلودہ ہیں آپ اپنے لہو سے میرے
داغ دامن کے نمایاں ہیں ستاروں کی طرح
میں گنہگار ہوں، قاتل ہوں، اذیت رس ہوں
کون دیکھے مگر اس جرم و گنہ کے پیچھے
کون سی تلخ حقیقت ہے برہنہ اندام؟
میری ہر خواہشِ معصوم کا قاتل ہے کون؟؟؟

لکھنؤ کارپوریشن اور لکھنؤ ریڈیو کی اُردو دشمنی پر احتجاج

لکھنؤ۔ ۲۴ر فروری۔ مقامی ادیبوں اور شاعروں کے ایک جلسے میں جو ڈاکٹر شجاعت سندیلوی کے مکان پر ہوا لکھنؤ کارپوریشن کے اُردو دشمن رویّہ کے خلاف ایک تجویز متفقہ طور پر منظور ہوئی، جس میں مذمت کی گئی ہے کہ لکھنؤ کارپوریشن نے لکھنؤ سے جو اُردو کا گہوارہ رہا ہے اُردو کو ختم کرنے کی سازش کر رکھی ہے چنانچہ ابھی میں شہر کے مختلف مقامات پر سڑکوں پر ناموں کے جو پتھر آویزاں کیے گئے ہیں ان میں صرف ایک زبان کا استعمال کیا گیا ہے مثلاً گنے والی گلی اور قصائی باڑہ میں رام پرشاد بسمل اور چندر شیکھر آزاد ناموں کے پتھر صرف ہندی میں کندہ کیے گئے ہیں۔ جلسے نے مطالبہ کیا ہے کہ سڑکوں پر جو پتھر وغیرہ نصب کیے جائیں اُن میں اُردو کا استعمال ضرور کیا جائے۔

ایک دوسری تجویز کے ذریعے آل انڈیا ریڈیو کی اُردو دشمن پالیسی کے خلاف بھی بیزاری کا اظہار کیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ آل انڈیا ریڈیو کے پروگراموں میں اُردو کو اس کا جائز مقام دیا جائے۔ نیز اُردو بلیٹن کی زبان درست کی جائے۔ (قومی آواز)

اُزبکستان میں اُردو

تاشقند۔ ازبکستان میں ہندوستانی زبان کے طلبہ کیلئے عنقریب "ایک اُردو ریڈر" شائع کر دی جائے گی۔ یہ زلاجیہ یوسکا یبف نے مرتب کی ہے۔ یہ کتاب قواعد کے مختلف حصوں میں منقسم ہے۔ اس میں مرتب نے کرشن چندر، خواجہ احمد عباس، امرت پریتم اور کئی دیگر ہندوستانی ادیبوں کی تصانیف سے مثالیں اور حوالے پیش کیے ہیں۔ اسکے علاوہ معاشی، جغرافیائی، سماجی اور سیاسی نوعیت کے مواد شامل ہیں۔

جون پور میں انجمن ترقی اُردو کا قیام

ایک میٹنگ مولوی محمد خلیل صاحب کے مکان پر ہوئی جس میں اُردو کی بقا و تحفظ پر غور و خوض کیا گیا اور متفقہ طور پر یہ طے کیا گیا کہ انجمن ترقی اُردو ہند کی ایک شاخ قائم کی جائے تاکہ جون پور کے تمام مکاتب مدارس میں گورنمنٹ کے منظور شدہ سہ لسانی فارمولے کے مطابق اُردو کو جاری کیا جا سکے۔ فی الحال گیارہ حضرات پر مبنی انجمن ترقی اُردو جون پور کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ عہدیداران و ممبران کے نام حسب ذیل ہیں:-

مولانا محمد داؤد صاحب قاسمی صدر، منشی محمد حسن نائب صدر، علی احمد انصاری وکیل جنرل سکریٹری، ڈاکٹر محبوب قاسم جوائنٹ سکریٹری، ڈاکٹر ابوالحسن جوائنٹ سکریٹری، محمود الحسن خازن۔

ممبران:- مولوی محمد خلیل، مولانا سلیمان صاحب خطیب شاہی جامع مسجد و عیدگاہ، محمد یوسف انصاری، طاہر حسین وکیل، مولوی منیر احمد۔

محمد انصار اللہ نظر

کانپور کے ذخیرے سے

اُردو کی کمیاب مطبوعات

"عالی جناب عبدالرشید خاں صاحب مظلہٗ دریہ منزل کانپور کے یہاں اُردو و فارسی کی مطبوعات اور رسائل و جرائد کا قابل قدر ذخیرہ دیکھنے میں آیا۔ اس کتابوں کے "ذخیرہ" میں سے چند کمیاب مطبوعات کا تعارف سطور ذیل میں کرایا جاتا ہے۔ امید ہے یہ دلچسپی کا سبب ہوگا۔"

۱۔ فسانۂ آزاد جلد اوّل مطبوعہ مطبع نول کشور لکھنؤ دسمبر ۱۸۹۹ء سرورق پر قطعہ تاریخ بھی درج ہے جس سے اس کا زمانۂ تصنیف ۱۸۸۱ء معلوم ہوتا ہے۔ "خاتمۃ الطبع" کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب نومبر ۱۸۹۹ء میں پانچویں بار چھپی تھی، صرف سرورق دسمبر میں چھپا ہوگا۔

۲۔ فسانۂ آزاد جلد دوم مطبوعہ مطبع نول کشور کانپور بار سوم جنوری ۱۹۰۰ء۔

۳۔ فسانۂ آزاد جلد سوم "خاتمۃ الطبع" کی عبارت یہ ہے:
للہ الحمد کہ جلد سوم داستان فسانۂ آزاد مؤلفہ شاعر شیریں زبان نثار فصیح البیان پنڈت رتن ناتھ در متخلص بہ سرشار جو اس سے پہلے تین مرتبہ طبع ہو کر اخبار ملوک مفتخر روزگار شہیرۂ امصار و دیار عالی جناب منشی نول کشور صاحب سی آئی ای میں مطبع سے آراستہ ہوئی اور اب بار چہارم حسب خواہش شائقین بہ علو ہمتی منشی پراگ نرائن صاحب مالک مطبع مذکور بماہ اکتوبر ۱۸۹۹ء زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔

۴۔ فسانۂ آزاد جلد چہارم مطبوعہ جنوری ۱۹۰۰ء در مطبع نول کشور کانپور بار چہارم۔ فسانۂ آزاد کی یہ چاروں جلدیں ½۸ × ۱۰ انچ سائز پر چھپی ہیں۔ آخر میں تقاریظ، قطعات تاریخ تصنیف، تاریخ طبع جدید وغیرہ بھی درج ہیں اور مطبع نول کشور کی مطبوعات کی فہرستیں بھی شامل ہیں۔

۵۔ کتاب مجہول الاسم ناقص الاوّل مصنفہ فقیر محمد سلیمان اشرف عفی عنہ بہار شریف ضلع پٹنہ، چند موضوعات کتاب یہ ہیں:
ہان کو آپریشن، کنفرنس کا حل بائیکاٹ، مسئلۂ خلافت، مسئلۂ تعلیم وغیرہ۔
کتاب کی ضخامت ۲۳۶ صفحات ہے، سائز ۶ × ۹ انچ ہے۔

۶۔ یادگار دربار (تاجپوشی ایڈورڈ ہفتم) مؤلفہ مولوی فیروز الدین خلف مولوی جان محمد۔ مؤلف کا عقیدہ ذوق کی اس رباعی پر ہے:۔
کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا۔ الخ
مطبع صدائے ہندی لاہور ۱۳۲۰ھ میں چھپی، آخر میں دو شاعروں کے قطعات تاریخ درج ہیں جن سے ۱۳۲۰ھ کے عدد برآمد ہوتے ہیں۔ ۶۰ صفحات، ۸ × ۵ انچ سائز ہے۔

۷۔ ہدیۃ الغنی میہ شرح رسالہ عبدالواسع (الہنسوی) مطبوعہ مطبع اسلامی کانپور صفر ۱۳۰۷ھ، ناقص الآخر۔

۸۔ ترجمہ سکندر نامہ مترجمہ گوہر، مطبوعہ مطبع قیومی کانپور ۱۳۱۲ھ سرورق، ربیع الآخر ۱۳۱۲ ہجری میں چھپا۔ ۲۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

۹۔ مثنوی شاہ بو علی قلندر مترجم مع غزلیات محمد عبدالصمد عاجز، مطبوعہ مطبع نامی لکھنؤ جنوری ۱۹۱۰ء بار پنجم۔

۱۰۔ مذمت الخیل مؤلفہ منشی محمد مہدی (منظوم) اس کتاب کا موضوع جیسا کہ نام سے بھی ظاہر ہے گھوڑوں کی شناخت ہے۔ مطبع نول کشور لکھنؤ میں رجب ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۴ء میں ۷ × ۱۰ انچ سائز پر چھپی۔

۱۱۔ شجرۂ معرفت ناقص الطرفین، ضخامت تقریباً ۶۰ صفحات (منظوم)

۱۲۔ مجہول الاسم ناقص الطرفین، در بیان انبیائے کرام، موجودہ ضخامت تقریباً ۵۰ صفحات، سائز ½۶ × ۹ انچ۔

۱۳۔ کلیات جوشش نیاز احمد خاں بریلوی شاگرد امیر، مطبوعہ گلشن فیض لکھنؤ بار اوّل، اس میں حسب ذیل واقعات کے قطعات تاریخ درج ہیں۔
تاریخ شہدائے فیض آباد ملک اودھ ۱۲۷۳ھ
تاریخ غدر ہندوستان ۱۲۷۳ھ۔ قطعہ وفات مرزا برق شاگرد ناسخ ۱۲۷۴ھ۔ تاریخ وفات مولوی جمیل الدین جمیل فرخ آبادی ۱۲۸۰ھ۔ قطعہ تاریخ انطباع دستنبوئے مصنفہ مرزا اسد اللہ خاں غالب (دو شعر کا فارسی قطعہ ہے، دلچسپی کے لئے نقل کیا جاتا ہے)

شد مطبوع دستنبوئے غالب
ہر کس چوں جاں محبوب دل شد
چوں شد مطبوع طبع جوشش گردید
از بس خوش سال او مرغوب دل شد ۱۲۷۴ھ

قطعہ تاریخ وفات جناب نواب مرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی

اسد اللہ خاں غالب جب
سوئے دار البقا ہوئے راہی
کہا ہاتف نے جوشش اب کہو یہ
اسد بہشت خوش سے نکلے ۱۲۸۵ھ

ان کے علاوہ قطعات تاریخ وفات مدیر العدل مدیر الملک منشی سید مظفر علی خاں بہادر اسیر لکھنوی (مر اقبالہ ۱۲۹۹ھ) وغیرہ اور چند تقاریظ بھی شامل کلیات ہیں۔

۱۴۔ کلیات شاد (سرکشن پرشاد) جلد اوّل۔ مطبوعہ مطبع رزاقی کانپور۔

۱۵۔ دیوان جگر محمد افتخار علی شاگرد امیر مینائی مطبوعہ مطبع انتظامی کانپور ۱۳۲۰ھ

۱۶۔ صنم کدۂ چین مجہول المؤلف مطبوعہ مطبع مصطفائی ۱۲۶۹ھ، اس کتاب میں شعرائے قدیم کے لطیفے اور پہیلیاں وغیرہ درج ہیں، جرأت اور ان کے استاد کا نام نہایت احترام سے لیا گیا ہے، ناقص الآخر اور کرم خوردہ ہے۔

۱۷۔ نور نامہ مطبوعہ گلشن محمدی ۱۲۹۲ھ۔

۱۸۔ سلسلۂ جلیل حدیث مطبوعہ آگرہ اخبار پریس آگرہ۔

۱۹۔ جنگ نامہ امام حنیف تصنیف حامد ۱۹۰۳ء مطبوعہ مطبع نامی محمدی لاہور۔

۲۰۔ فقہ ہندی ناقص الطرفین

۲۱۔ مجموعہ سخن مع فرہنگ ناقص الاوّل

۲۲۔ عطر مجموعہ از تصنیف سید غلام حسنین قدر شاگرد مرزا غالب، شرح اول مجموعہ سخن ۱۸۸۲ء مطبوعہ مطبع نول کشور لکھنؤ فروری ۱۸۸۹ء بار سوم۔

۲۳۔ خیابان فردوس مطبوعہ نظامی پریس کانپور ۱۲۸۳ھ

۲۴۔ نشترِ شیریں ادا (۱۳۲۶ھ) مطبوعہ مطبع انتظامی کانپور مع تقاریظ و قطعات تاریخ مولفہ منشی محمد مطیع اللہ اظہر آہ تخلص و مولوی محمد عبدالحق عروج کانپوری تلامذۂ تجلی وغیرہ۔

۲۵۔ مشیر نامہ مطبوعہ مطبع نامی نول کشور کانپور جون ۱۹۰۰ء بار ہشتم۔

۲۶۔ دیوان ظاہر مطبوعہ ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۴ء ناقص الطرفین، اس میں آتش اور ناسخ کی غزلوں پر خمسے بھی ہیں۔

۲۷۔ فروغ خورشید (۱۳۰۲ھ) مصنفہ بی بی خورشید جان طوائف متخلص بہ حسین متوطن دہلی حال وارد کلکتہ مطبوعہ اظہرین پریس کلکتہ ۱۳۰۲ھ اس پر قطعہ تاریخ مولوی غلام بسم اللہ متخلص بہ بسمل مدظلہ شاگرد حضرت غالب دہلوی وغیرہ بھی درج ہیں۔

۲۸۔ دیوان نیاز مطبوعہ مطبع مجتبائی پریس آگرہ، اس میں شاعر کا اردو و فارسی کلام درج ہے۔

۲۹۔ دیوان عزیز یعنی شاہزادہ مرزا محمد عزیز علی بہادر خلف سلطان عالم محمد واجد علی شاہ (اختر) مطبوعہ مطبع نظامی کانپور، اس پر مصنف کے علاوہ شاہزادہ بشیر الدین توفیق یادگار سلطان ٹیپو شہید وغیرہ کے قطعات تاریخ و تقاریظ درج ہیں، تقاریظ میں عزیز کے حالات زندگی بھی قلمبند کئے گئے ہیں، چند اہم تاریخیں یہ ہیں۔

عزیز ۱۲۶۱ھ میں پیدا ہوئے، تاریخی نام جوانِ اختر ہے، ۱۲۶۶ ہجری میں مدار الدولہ منتظم الملک سید علی نقی خاں کی بیٹی سے نکاح ہوا، ۱۲۷۳ھ میں لندن گئے۔ ۱۲۹۱ھ میں ولی عہد مقرر ہوئے۔ ۱۲۹۳ ہجری میں دربار قیصری دہلی میں شریک ہوئے ۱۲۹۵ھ میں پانچ ہزار روپیہ ماہانہ وظیفہ اور دوسرے اعزازات حاصل ہوئے، ۱۲۹۶ھ میں جودت تعشق تصنیف کی (جودت تعشق تاریخی نام ہے) ۱۲۹۶ھ میں یہ دیوان چھپا۔

دیوان صفحہ ۱۲۶ پر ختم ہوا اس کے بعد تقاریظ اور تاریخوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ مجموعی ضخامت ۱۷۲ صفحات ہے سائز ۱۱×۷ انچ ہے۔ مطلع اوّل یہ ہے۔

عقل حیراں ہو گئی محو تماشا ہو گیا
کیا کہوں اک لفظ گن سے خلق کیا کیا ہو گیا

۳۰۔ واسوخت آباد مطبوعہ مطبع مصطفائی کانپور ۱۰ ربیع الاوّل ۱۲۶۹ھ

۳۱۔ دیوان رند نواب سید محمد خاں حسینی بہ گلدستۂ عشق مطبوعہ مطبع نول کشور کانپور ۱۲۶۵ھ میں مکمل ہوا اور ذیقعدہ ۱۳۰۳ھ مطابق جولائی ۱۸۸۶ء میں بار ہفتم طبع ہوا۔

۳۲۔ دیوان جاہ شاگرد امیر مینائی مطبوعہ جمعہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ، انتظامی پریس کانپور (پہلے وقر تخلص تھا۔)

۳۳۔ دیوان جاہ جلد دوم مطبوعہ ۱۳۲۰ھ

۳۴۔ مرآۃ الشعراء مطبع انتظامی کانپور کے مشاعرے جنوری ۱۹۰۳ء کی غزلوں کا مجموعہ ہے، آخر میں قدیم شعرائے فارسی کی غزلوں کا انتخاب بھی شامل ہے۔

۳۵۔ مرثیہ میر انیس مطبوعہ مطبع نول کشور کانپور بار ششم اکتوبر ۱۹۱۵ء۔

۳۶۔ نغمۂ راز (دیوان محمد عبدالاحد احد) مطبوعہ مطبع نظامی کانپور ۱۸۸۴ء مطابق ۱۳۰۲ھ۔

۳۷۔ ابوالمظفر محی الدین اورنگ زیب، مولوی احمد الدین پلیڈر لاہور مطبوعہ کارخانہ پیسہ اخبار لاہور بار دوم ۱۹۰۴ء ضخامت ۱۲۰ صفحات، آخر میں ہفتہ وار

پیسہ اخبار لاہور کا اشتہار بھی ہے جس کی سالانہ قیمت "ڈھائی" روپیہ تھی۔

۳۸۔ اورنگ زیب عالمگیر۔ سرورق غائب، سال طباعت وغیرہ نامعلوم۔ ضخامت ۳۰۴ صفحات۔

۳۹۔ اقبال کل از محمد حسین خاں۔ اقبال کی سوانح عمری، آخر میں ماتم اقبال کے تحت مشاہیر کے قطعات تاریخ وفات اقبال بھی درج ہیں۔ مطبوعہ علی گڑھ پریس دہلی، اپریل ۱۹۲۹ء ضخامت ۱۱۲ صفحات۔

امیر خسرو نے وحدت اور یکجہتی کو فروغ دیا

۳ر مارچ۔ اردو زبان کے معمار اول اور ہندوستان کی مشترک تہذیب کے صاحب نظر ترجمان حضرت امیر خسرو کی ۷۰۰ ویں برسی کے سہ روزہ پروگرام کا کل شام یہاں افتتاح ہوا۔

اس موقع پر درگاہ حضرت نظام الدین اولیا کے عرس محل میں ایک بزم عقیدت منعقد ہوئی جس میں بھارت کے وزیر تعلیم شری ایم سی چھاگلا، لوک سبھا کے اسپیکر سردار حکم سنگھ، اور بھارت میں اسلامی ملکوں کے سفارتی نمائندوں نے ہندوستان کے اس عظیم دانشور اور فن کار کو خراج ہائے عقیدت پیش کئے۔

درگاہ شریف کی جانب سے بھارت کے وزیر تعلیم شری ایم سی چھاگلا اور لوک سبھا کے اسپیکر سردار حکم سنگھ کو جنھوں نے یکے بعد دیگرے جلسے کی صدارت کی تبرک، خاص بہ خرقت پیش کیا گیا۔

اپنی تقریر میں شری چھاگلا نے کہا کہ امیر خسرو ہندوستان کی وحدت و یکجہتی کے پیشرو اول اور مبلغ اعظم تھے۔ انھوں نے بتایا کہ ہماری تہذیب ثقافت ہے۔ یہ ایک عہد نامہ ہے جس کی رو سے ہم محبت، رواداری اور بردباری کی راہ اپناتے ہیں۔ ہندوستان کی تاریخ کے مختلف دوروں میں ہمارے مذہبی، سیاسی اور سماجی رہنماؤں نے ہندو مسلم اتحاد کا درس دیا چنانچہ امیر خسرو، اکبر، کبیر اور گاندھی جی سبھی نے ہندوؤں، مسلمانوں اور ملک کے دوسرے لوگوں کو آپس میں نزدیک تر کیا۔ گاندھی جی نے اس نیک مقصد کے لئے اپنی جان بھی قربان کردی۔ امیر خسرو نے اپنے نظریوں کو عملی شکل دی اور ہندوؤں کے خاص خاص تہواروں میں گرمجوشی سے شرکت کی۔

امیر خسرو نے مذہب کی صداقتوں کو اجاگر کرنے کے علاوہ اردو زبان کی تعمیر کی اور اسکے ذریعہ ملک کی وحدت کو پختہ کیا۔ انھوں نے اپنے کردار اور عمل سے دکھایا کہ ہندی ہندوؤں کی زبان ہے نہ اردو مسلمانوں کی۔ دونوں ایک مشترک جاگیر ہیں اور سب کے لئے قابل افتخار ہیں بلکہ اردو کو تو انھوں نے فارسی اور ہندی کے بیچ ایک میل کی حیثیت سے پیش کیا۔

شری چھاگلا نے کہا کہ ہندوستان کی ثقافت کی اپشت پر اخوت اور آشتی کی صدیوں کی روایات ہیں۔ یہاں کوئی ایسی چیز نہیں، جسے کسی اقلیت یا اکثریت ہی کی میراث تصور کیا جائے۔ ہر چیز ہندوستان کے باشندوں کی اپنی ہی ہے۔ یہاں کے لوگوں کو تو ملک کے تمام تہواروں کو مل کر منانا چاہیئے اور تہذیب و ثقافت کے ورثے میں کسی قسم کی علحدگی پسندی نہیں اختیار کرنی چاہیئے۔

انھوں نے کہا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو خاص طور پر مادر وطن کی ترقی اور بہتری کے لئے کوشاں ہونا چاہیئے، انھیں قومی تحریکوں اور فلاح و بہبود کی اسکیموں میں پیش پیش رہنا چاہیئے، اور حب وطن جو اپنے کردار کا اعلی حصہ بنا لینا چاہیئے۔

شری چھاگلا سے قبل لوک سبھا کے اسپیکر سردار حکم سنگھ نے کہا کہ انھیں ایک ایسے شخص کی یاد منانے سے بہت خوشی ہوتی ہے جس نے خدا کے بندوں میں رواداری اور وحدت کو فروغ دیا۔ انھوں نے کہا کہ امیر خسرو نے مذہب، ملت، ذات اور فرقہ کی تقسیم کو دور کیا اور انسان کو انسانیت کا درس دیا۔ انھوں نے کہا کہ خدا ایک ہے اور اس کی مخلوق کو بھی ایک ہی ہونا چاہیئے گورو نانک نے بھی یہی کہا تھا کہ ہم سب ایک باپ کے بیٹے ہیں اور اس لحاظ سے ہم میں صرف بھائی چارہ ہونا چاہیئے۔ سردار حکم سنگھ نے کہا کہ اگر ہندوستان کے لوگ امیر خسرو کے درس پر عمل کرتے تو آج انھیں ان کی موجودہ تکلیفیں پیش نہ آتیں۔

سردار حکم سنگھ نے کہا کہ امیر خسرو نے بڑی دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے ملک کی ثقافتی زندگی میں اردو کو فروغ دیا اور اس طرح ہندو مسلم اتحاد کے لئے زبان کے بنیادی ذریعہ سے کام لیا۔ انھوں نے کہا کہ امیر خسرو کے راستے ہندو مسلمان کو ملانے کے راستے تھے اور آج ان کی یاد منانے کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ ان کی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔

متحدہ عرب جمہوریہ کے سفارت خانے کے کلچرل سکریٹری ڈاکٹر ریاض العطر نے کہا کہ "میں اس موقع پر اپنی قوم اور اپنے لیڈر صدر جمال عبدالناصر اور علماء ازہر و دین کی طرف سے آپ کو ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کرتا ہوں۔ حضرت امیر خسرو کی شخصیت ہر شخص کے لئے اپنے اندر بے پناہ کشش رکھتی ہے انھوں نے انسانیت کی بھلائی اور فلاح کے لئے ایک عظیم مثال قائم کی۔"

افغانستان کے وزیر مشاورت آنریبل خلیلی صاحب نے کہا "افغانستان اور ہندوستان کے روابط دونوں قوموں کے قدیم تمدن و کلچر کے اعماق تاریخ میں پیوست ہیں۔ وہ پیوند روحانی جو افغانستان اور سرزمین زیبائے ہند کے متصوفیان ہنرمندان اور سخن سرایان کے درمیان موجود ہے وہ ناقابل فراموش اور لابدی ہے۔"

جلسے میں ہندو مسلم سکھ اور دوسرے فرقوں کے لوگوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

از علی جواد زیدی

امیر خسرو

امیر خسرو جن کی ۷۰۰ ویں برسی ہندوستان کے مختلف ادبی حلقوں میں مارچ کے ہفتۂ اوّل میں منائی گئی، ہندوستان کی ثقافتی تاریخ میں ایک اہم مقام کے حامل ہیں۔ یہ فارسی زبان کے عظیم شاعر، ابتدائی اردو اور ہندی شاعری کے صاحب نظر معمار، ہندوستانی شاستریہ سنگیت اور ایرانی موسیقی کے ماہر، سنسکرت، فارسی، عربی، ہندی اور اردو زبانوں کے عالم، صاحب کیف صوفی اور سلاطین دہلی کے درباروں کی رونق تھے۔

ان میں کئی خصوصیتیں ایسی ہیں جن کے باعث ان کا نام ہمیشہ یاد رہے گا۔ وہ ہندوستان میں پیدا ہوئے اور یہیں ساری عمر بسر کی لیکن غیر ملکی زبان فارسی میں وہ مہارت پیدا کی کہ اہل زبان تک سے اپنا لوہا منوا لیا اور آج اُن کا شمار نہ صرف یہ کہ فارسی کے عظیم شاعروں میں ہوتا ہے بلکہ انھیں اس طرز خاص کا جسے اہل ایران "سبک ہندی" کہتے ہیں موجد بھی مانا جاتا ہے۔

اسی طرح وہ بڑے عالم تھے لیکن اسی کے ساتھ وہ سپاہی بھی تھے اور علم موسیقی کے ماہر بھی تھے۔ انھوں نے شاستریہ سنگیت کے ساتھ ساتھ ایرانی موسیقی پر عبور حاصل کرکے اور دونوں میں امتزاج پیدا کرکے کچھ نئے شعبے نکالنے کی کوشش کا آغاز بھی کیا۔ اپنی ذات میں شاعری اور موسیقی کے یک جا ہونے کی طرف انھوں نے اپنے ایک مصرع میں خود اشارہ کیا ہے۔ ع

پاسخش گفتم کہ من در ہر دو معنی عالم

خسرو کو فن انشا سے بھی لگاؤ تھا اور اس موضوع پر "رسائل الاعجاز" نامی تصنیف اُن سے یادگار ہے۔ خسرو کو یہ بھی خصوصیت حاصل ہے کہ اگرچہ اُن کے والد ترکستان کے شہر کش کے رہنے والے تھے اور انھوں نے اسی غیر ملکی آغوش میں پرورش پائی لیکن انھوں نے سنسکرت اور مقامی بولیوں کو اپنایا اور ان زبانوں میں کمال حاصل کیا۔ وہ سرتاپا ہندوستانی تھے اور انھیں اس سرزمین سے عشق تھا۔ ان کا قول تھا کہ "کشور ہند است بہشتی زمین"۔ وہ ہندوستان کو تمام ملکوں سے افضل و بہتر مانتے تھے اور اس کے ثبوت میں انھوں نے سات دلیلیں پیش کی ہیں ان میں سے صرف پہلی یہاں نقل کی جاتی ہے۔

آنست کہ کیں زمیں اندو ور زمن
ہست مرا مولد و ماویٰ و وطن

دیں ز رسول آمدہ کائی نمرو دیں
حب وطن ہست ز ایماں بہ یقیں

(ترجمہ: ان میں سے ایک یہ ہے کہ اتفاق زمانہ سے یہ زمین میرا مولد، ماویٰ اور وطن ہے اور یہ رسول اللہؐ کی حدیث ہے کہ اے اہل دین حبّ وطن یقیناً جزوِ ایمان ہے)

خسرو ۱۲۵۳ء[1] کے آس پاس ریاست اُتر پردیش میں پٹیالی (ضلع ایٹہ) میں پیدا ہوئے جہاں ان کے والد امیر سیف الدین محمود چنگیز خانی ہنگاموں سے بھاگ کر پناہ گزیں ہوئے تھے۔ خسرو کے والد بے پڑھے لیکن امیر تھے اس لئے ابتدائی تعلیم کی طرف سے بے توجہی نہیں برتی گئی۔ خسرو کی عمر ابھی گیارہ ہی برس کی تھی کہ ان کے والد کا انتقال ہوگیا اور ان کی پرورش ان کے نانا عماد الملک ... کرنے لگے اور خسرو نے انھیں کے زیر سایہ اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ ابھی دودھ کے دانت بھی نہ ٹوٹے تھے کہ شعر کہنا شروع کیا۔

امیر خسرو نے غیاث الدین بلبن سے محمد تغلق تک گیارہ شاہان دہلی کا زمانہ دیکھا اور سات درباروں سے باقاعدہ وابستہ رہے۔ شاعری اور موسیقی کے علاوہ تصوف سے انھیں خاص شغف تھا۔ وہ شروع ہی سے حضرت نظام الدین اولیاء کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے ان کی ذات سے ایسی ہی وابستگی تھی کہ ان کی وفات کے بعد تارک الدنیا ہوگئے اور چند ماہ بعد ۷۲۵ھ میں دہلی میں وفات پائی۔

امیر خسرو نے فارسی زبان میں بہت کچھ لکھا ہے ان کا دیوان پانچ حصوں پر مشتمل ہے:—

(۱) "تحفۃ الصغر" (جس میں ابتدائے جوانی کا کلام ہے)
(۲) "وسط الحیوٰۃ" (جس میں ۲۰ اور ۳۰ سال کی عمر کا کلام ہے)
(۳) "غرۃ الکمال" (یہ ۳۰ اور ۴۰ سال کی عمر میں لکھے گئے اشعار کا مجموعہ ہے)
(۴) "بقیہ نقیہ" (اس میں بڑھاپے کا کلام ہے) اور
(۵) "نہایت الکمال" (جو زندگی کے بالکل آخری دور کی تصنیف ہے)

دیوان قصائد اور غزلیات پر مشتمل ہے۔ اگرچہ قصائد میں بھی شاعرانہ کمال کا اظہار ہوتا ہے لیکن خسرو کے اصلی جوہر ان کی غزلوں میں کھلتے ہیں۔ غزلوں میں سابق استادوں کا تتبع کیا گیا ہے لیکن خسرو کی غزلوں میں ایک نیا آہنگ ہے جو کسی دوسرے فارسی غزل گو کو حاصل نہیں ہوا۔

---

[1] علی گڑھ "تاریخ ادب اردو" میں ولادت ۶۵۲ھ میں اور "تاریخ نظم و نثر اردو" میں ۶۵۱ھ میں بتائی گئی۔ "تاریخ ادبیات ایران" میں ۶۵۱ھ درج ہے جو پروفیسر حبیب کی اختیار کردہ ۱۲۵۳ء کے مطابق ہے۔

مشہور ایرانی ناقد و مورخ ڈاکٹر رضا زادہ شفق نے "تاریخ ادبیات ایران" میں لکھا ہے :۔

"امیر خسرو کی غزلیں، غزل کی حد سے آگے نہیں بڑھی ہیں اور ان کا موضوع بیشتر عاشقانہ مضامین ہی ہیں اور ہیں آرزوئے دیدار، ہجران یار، نرگس بیمار، سوزش شمع وار کے مضامین باندھے ہیں۔ یار کرشمہ ساز، زلف کمند انداز، سیل و اشک، خدنگ نرگس مست، ابروئے چوگان، اور کبک خوش گام وغیرہ سے بحث کی ہے۔ زہد خرقہ پوشاں اور دہر درد نوشاں کا آپس میں مقابلہ کیا ہے۔ چشم زیبا اور اس سے احوال و اشکال فردوان کی خوب داد دی ہے۔"

غزلیات کے علاوہ پانچ فارسی مثنویاں بھی ان کی تصنیف ہیں۔ اس خمسہ میں "مطلع الانوار" نظامی کی "مخزن الاسرار" کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ "شیریں و خسرو" "مجنوں و لیلیٰ" "آئینۂ سکندری" اور "ہشت بہشت" بھی نظامی ہی کی ہم مضمون مثنویوں کا جواب ہیں۔ یہ پانچوں مثنویاں صرف تین سال کی مدت میں تمام ہوئی ہیں۔

غزل، قصائد اور مثنویوں کے علاوہ خسرو کے اور بھی منظومات ہیں جیسے "قران السعدین" "نہ سپہر" "مفتاح الفتوح"۔ یہ نیم تاریخی ہیں دور سلاطین ہند کے حالات و اوصاف پر مشتمل ہیں۔ ہزل، مطائبہ، تنقید اور شکوائی قصیدے اس پر مستزاد ہیں۔

علی العموم امیر خسرو کو اردو کا پہلا شاعر کہا جاتا ہے لیکن اگر حضرت گنج شکر کا کلام دستیاب ہو جائے تو یہ فضیلت موخر الذکر ہی کو حاصل ہو گی۔ پھر بھی ابھی تک کسی دوسرے ایسے اردو شاعر کا کلام دستیاب نہیں ہو پایا ہے جو حضرت امیر خسرو کا پیشرو ہو۔ بعض تذکرہ نویسوں نے آپ کو "خالق باری" کا مصنف بھی بتایا ہے لیکن کچھ محققین نے اس سلسلے میں بھی شبہ کا اظہار کیا ہے۔

ایسے زمانے میں جبکہ درباروں اور خانقاہوں میں فارسی کا طوطی بول رہا تھا، امیر خسرو نے مقامی زبانوں کی طرف متوجہ ہو کر ایک اہم ثقافتی خدمت انجام دی، اس امتزاج سے ہندو اور مسلمان دونوں ایک دوسرے کے زیادہ قریب آئے اور لسانی اعتبار سے باہمی لین دین کے مواقع ہاتھ آئے۔

محمود شیرانی کا قول ہے کہ امیر خسرو ہی نے ریختہ کی اصطلاح ایجاد کی۔ پہلے یہ موسیقی کی اصطلاح کے طور پر وجود میں آئی اور بعد میں اردو نظم کے لئے عام طور سے استعمال کی جانے لگی۔ ریختہ سے مراد ایسا سرود تھا جس میں ہندی اور فارسی اشعار، یا مصرعے یا فقرے جو مضمون تال اور راگ کے اعتبار سے متحد ہوتے تھے، ترتیب دئے جاتے تھے۔ اس کی مثال میں خسرو کی درج ذیل مشہور غزل پیش کی جاتی ہے :۔

"زحال مسکیں مکن تغافل درائے نیناں بنائے بتیاں
کہ تاب ہجراں ندارم اے جاں نہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں"

خسرو کے کلام کے بارے میں محمد حسین آزاد نے آب حیات میں یوں اظہار خیال کیا ہے :۔

"امیر خسرو نے کہ جن کی طبیعت اختراع میں اعلیٰ درجہ صنعت و ایجاد کا رکھتی تھی، ملک سخن میں برج بھاشا کی ترکیب سے ایک طلسم خانہ اشارہ رازی کا کھولا۔۔۔ اس کے علاوہ بہت سی پہیلیاں، عجیب غریب لطافتوں سے ادا کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فارسی کے نمکینے ہندی کے ذائقے میں کیا لطف پیدا کیا ہے۔ کہہ مکرنی، دوسخنے وغیرہ خاص ان کے آئینہ کا جوہر ہے"

خسرو کی بہت سی ایجادیں بتائی جاتی ہیں جن میں دوسخنے، مکرنیاں وغیرہ شامل ہیں۔ بہت سی پہیلیاں بھی امیر خسرو سے منسوب ہیں۔ مختصر یہ کہ خسرو ہندوستان کی مشترک تہذیب کے ایک بڑے نمائندے اور ہمہ گیر شخصیت کے مالک ہیں۔

انجمن ترقی اردو راجستھان کی راجستھان گیر مہم ممبر سازی

انجمن ترقی اردو راجستھان نے اپنے ترمیم شدہ دستور العمل کے مطابق انجمن مذکور کی مجلس عام کے لئے ایک راجستھان گیر ممبر سازی کی مہم شروع کی ہے جس میں مخلصین انجمن دلچسپی لے رہے ہیں۔ خیال ہے کہ متوقع آل انڈیا اردو کانفرنس کے انعقاد تک جس کا اسی سال جے پور میں منعقد ہونا تقریباً متیقن ہے، بیس ہزار ممبر بن جائیں گے۔ راجستھان کے اردو دوست اصحاب سے پوری توجہ اور دلچسپی سے کام لینے کی امید کی جاتی ہے۔ اور اردو کے نام پر اعانت کی استدعا ہے۔

فیس ممبری صرف ایک روپیہ سال ہے۔

محبین ادب و اردو حسب ذیل پتہ پر خط و کتابت کر کے مزید معلومات حاصل کر سکتے ہیں اور لٹریچر بھی طلب کر سکتے ہیں۔

پتہ :۔ تسلیم منزل۔ دفتر انجمن ترقی اردو راجستھان

جنرل سکریٹری انجمن مذکور۔ جے پور (راجستھان)

ایوب مرحوم کا ماتم

انجمن ترقی اردو (شاخ) گیا کا ایک غیر معمولی جلسہ بدولت کدہ جناب ظفر نواب۔ ظفر منزل دلسنٹ بتاریخ ۳ر مارچ منعقد ہوا۔ ممبران مجلس منتظمہ کے علاوہ بھی لوگ شریک جلسہ ہوئے۔

تجویز ذیل بہ اتفاق رائے منظور ہوئی، اور طے پایا کہ تجویز مذکور مرحوم کے پسماندگان اور پریس میں بھیج دی جائے۔

انجمن ترقی اردو (شاخ) گیا کا یہ جلسہ جناب مولوی محمد ایوب صاحب مرحوم ایڈوکیٹ صدر بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کے انتقال پُرملال پر اپنے گہرے رنج و افسوس کا اظہار کرتی ہے۔

بہار ریاستی انجمن ترقی اردو میں ان کا دور صدارت ایک درخشاں دور رہا۔ آپ کے مثالی تدبر، فہم و فراست نے انجمن کو ریاست کا ایک طاقتور منظم اور فعال ادارہ بنا دیا تھا۔ آپ نے ریاست بہار میں اردو زبان کی ترویج و اشاعت میں اردو کو علاقائی زبان تسلیم کرانے میں نمایاں کام انجام دیا جسے بھلایا نہیں جا سکتا۔ مرحوم ریاست بہار کے قومی کاموں میں پیش پیش رہتے تھے۔ اردو گرلس ہائی اسکول پٹنہ کا قیام مرحوم کے قوت عمل کا نتیجہ تھا۔ مرحوم ایثار، قربانی، خلوص اور جذبۂ عمل کے بہترین نمونہ تھے۔ بہار ریاستی انجمن ترقی اردو، اور ساری قوم کو آپ کی رہنمائی کی ابھی سخت ضرورت تھی۔ آپ کی رحلت کے بعد ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جو بہ آسانی پُر نہ ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔ لغزشوں سے درگزر کرے اور اپنی رحمتوں کا دامن ان پر پھیلا دے اور تمام متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (ادیب حسن ادیب جوائنٹ سکریٹری)

(۲)

شاخ شیرگھاٹی کا جلسہ مجاہد اردو خادم ملت جناب مولوی سید محمد ایوب صاحب ایڈوکیٹ صدر ریاستی انجمن ترقی اردو کے انتقال پر اپنے رنج و غم کا گہرا اظہار کرتا ہے اور صوبہ بہار اور خاص طور پر انجمن ترقی اردو کو جو قومی اور ملی نقصان اور خلا پیدا ہو گیا ہے اسکو نہایت شدید طور پر محسوس کرتا ہے اور خدائے پاک سے ان کی مغفرت کے لئے اور ان کے رشتہ داروں کو صبر جمیل عطا کرنے کی دعا کرتا ہے۔ (انجمن ترقی اردو شیرگھاٹی)

(۳)

دل و دماغ اک ایسے صدمہ سے دو چار ہے جس کا اندازہ ہر کس و ناکس کے لئے محال ہے۔ ۲۶ر فروری کی منحوس شام کو ہمارا مخلص ترین دوست بے نظیر محقق، اردو تحریک کا بہار میں ستون اعظم اور ایک بے لوث رہنما ہم سے چھین گیا ہماری ریاستی انجمن کے صدر محمد ایوب صاحب مرحوم انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ایک مثالی کردار کے مالک تھے۔ لاکھوں روپے امور خیر اور قوم و ملت کے لئے اپنے ہاتھ سے خرچ کر گئے اور مرتے وقت بھی ایک لاکھ روپے سے زیادہ کی املاک اپنے قائم کردہ اردو گرلس سکول کو دے گئے۔ جب سے ریاستی شاخ کے صدر ہوئے تا دم آخر پندرہ بیس ہزار روپیہ اردو تحریک پر اپنی جیب خاص سے خرچ کیا۔ ہر دل عزیزی کا یہ عالم کہ نصف صدی کے اندر کسی جنازہ میں ایسا ہجوم اہل شہر نے نہ دیکھا تھا۔ دس میل شہر سے دور جائے دفن تک ہزاروں سوگواروں نے گریاں و نالاں میت کو ان کی ابدی خوابگاہ تک پہنچایا۔ اپنی وصیتوں میں حق اللہ و حق الناس کو ہمیشہ پیش نظر رکھا اور آخری سانس تک مکمل ہوش و حواس برقرار رہے۔

غم نصیب۔ سید غضنفر نواب دانش

(صدر شاخ پٹنہ سٹی انجمن ترقی اردو)

اردو کتابوں اور رسالوں کے خریداروں کی ڈائرکٹری

اردو زبان میں ایسی ڈائرکٹری کی کمی برابر محسوس کی جاتی رہی ہے جس میں اردو کی کتابیں اور رسالے خریدنے والے اداروں کے مکمل پتے درج ہوں۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے ہم نے لائبریریوں، دارالمطالعوں اور ریڈنگ روموں کی ڈائرکٹری شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اگر آپ کا تعلق کسی ایسی تنظیم سے ہے تو اپنی لائبریری، دارالمطالعہ، ریڈنگ روم سے متعلق مندرجہ ذیل معلومات فراہم کیجئے۔

(۱) نام لائبریری/دارالمطالعہ/ریڈنگ روم (بہتر ہو اگر آپ یہاں پتے کی مہر لگا دیں)، (۲) کب سے قائم ہے؟ (۳) جو اخبار اور رسالے خریدے جاتے ہیں ان کے نام۔ (۴) جو اخبار اور رسالے اعزازی آتے ہیں ان کے نام (۵) حکومت میونسپلٹی سے کوئی امداد ملتی ہے؟ کتنی؟ (۶) پتہ۔ (۷) دستخط منتظم۔

پتے کی جگہ انگریزی کی مہر لگائی جائے تاکہ غلطی کا امکان نہ رہے

امید ہے کہ زیادہ سے زیادہ لائبریریاں اور دارالمطالعے توجہ دیں گے۔ اسکول اور کالج بھی اپنے بارے میں لکھ سکتے ہیں۔

ہمارا پتہ یہ ہے: کتاب کار پبلیکیشنز۔ پھلوار۔ رامپور یوپی

ڈائرکٹر تعلیمات راجستھان کی گشتی

ڈائرکٹریٹ پرائمری اور سکنڈری ایجوکیشن راجستھان نے ایک گشتی چٹھی کے ذریعہ اعلان کیا ہے کہ ایس ٹی سی ٹریننگ اسکولوں کے طلبہ اور مدرسین کے مطالعہ کیلئے حوالہ جاتی کتابوں، نصابی کتابوں اور لائبریری کتابوں کی تیاری اور مکمل فہرست پیش کرنے کی تاریخ میں ۳۱ مئی ۶۶ء تک توسیع کر دی گئی ہے اس لئے ایسی تمام کتابیں مندرجہ بالا تاریخ تک شری بی۔ جی تواری ڈائرکٹر اسٹیٹ انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن اودے پور کے پاس پہنچ جانی چاہئیں۔

قرآن مجید کا قدیم ترین نسخہ

ہماری زبان میں نیشنل ہیرلڈ کے حوالے سے ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ قرآن مجید کا قدیم ترین نسخہ چوتھی صدی ہجری میں سپرد قلم کیا گیا تھا حالانکہ حقیقت امر یہ ہے کہ جس طرح دوسرے صحف سماوی کے مقابلے میں قرآن مجید کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ پیغمبر اسلام کے عہد مبارک سے اب تک قرآن مجید کے بے شمار حفاظ موجود رہے اسی طرح جب کہ دوسرے صحف سماوی اپنے انبیاء کے عصر کے بہت بعد معرض تحریر میں آئے قرآن مجید کو اسی صدی میں تحریر کیا گیا، جس میں قرآن حکیم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ چنانچہ برٹش میوزیم کے شعبہ مخطوطات کے کیپر پروفیسر کے۔ بی۔ گارڈنر نے بھی میرے خط کے جواب میں اپنے والا نامہ نمبر کے جی/۷/۲ مورخہ ۲۶ر ستمبر ۱۹۵۵ء میں اس حقیقت کا اعتراف فرمایا ہے کہ برٹش میوزیم کا مخطوطہ نمبر دو ہزار ایک سو پینسٹھ (۲۱۶۵) غالباً دوسری صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے لیکن اس میں تقریباً دو ثلث سورے ہیں۔ دار قاہرہ کے دار الکتب المصریہ اور مسجد سید نا الحسین میں برٹش میوزیم کے نسخے سے بھی قدیم نسخے قرآن حکیم کے موجود ہیں جو پہلی صدی ہجری میں تحریر کئے گئے انتہیٰ کلامہ۔

(محمد عباس طالب صفوی)

ممنون دہلوی

"ہماری زبان" مورخہ ۲۲ر فروری ۱۹۶۲ء میں ڈاکٹر گیان چند نے ممنون دہلوی کے دیوان کے سلسلے میں مولانا حسرت موہانی کے "انتخاب سخن" کا ذکر کیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے:۔

"انتخاب سخن" جلد یازدہم

(سلسلہ اساتذہ متفرق کا جزو اول)

"انتخاب دیوان ممنون"

سائز ۵ × ۸ ۔ ضخامت ۱۲ صفحات

مطبوعہ اردو پریس علی گڑھ

طبع اول ۱۹۳۲ء ۔ قیمت ۱۰ر

اس میں ۴۳ غزلوں کا انتخاب ہے اس کا ایک نسخہ علیم مسلم کان پور کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ ممنون کے حالات کے سلسلے میں ... اس کا ذکر اپنے پچھلے خط میں کرچکا ہوں۔ (اشفاق حسین کانپور)

میلے میں مشاعرہ

شیو پوری کی میلہ نمائش میں ۲۴ر فروری کو ۹ بجے شب ایک مشاعرہ ہوا یہ مشاعرہ ضلع کلکٹر صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ (ناو چاندیوی [illegible] مشاعرہ)

حضرت تبسم نظامی کا انتقال

حیدرآباد ۔ ۴ر مارچ ۔ مشہور شاعر و ادیب حضرت تبسم نظامی کا جو اہل اور تحقیقاتی کام کے سلسلے میں یوپی سے حیدرآباد آئے ہوئے تھے کل رات ۱۰ بجے اچانک حرکت قلب بند ہوجانے کی وجہ سے انتقال ہوگیا۔ ان کی عمر ۳۷ سال تھی۔ تدفین کے انتظامات انجمن ترقی اردو کے زیر اہتمام عمل میں آئے۔ حضرت تبسم نظامی حضرت جگر مرادآبادی کے قریبی دوست تھے اور حضرت جگر مرادآبادی کی منازل حیات کے عنوان سے سوانح عمری مرتب کرنے کے لئے مواد جمع کرنے کی غرض سے گزشتہ دو تین ماہ سے حیدرآباد میں مقیم تھے۔ حیدرآباد میں اپنا کام تقریباً مکمل کرلینے کے بعد وہ ۱۰ر مارچ کو لکھنؤ جانے کی تیاری کررہے تھے لیکن چونکہ ان کے کوئی عزیز و اقربا یہاں مقیم نہیں ہیں اس لئے کل رات ذریعہ تار لکھنؤ میں ان کے اعزا کو اطلاع دی گئی۔ پولیس نے ضروری کارروائی اور پنچنامہ مرتب کرنے کے بعد نعش کو بغرض پوسٹ مارٹم دواخانہ عثمانیہ روانہ کیا۔ جہاں سے مولوی حبیب الرحمن صاحب معتمد انجمن ترقی اردو، مولوی غلام احمد خاں صاحب ایڈوکیٹ، مولوی محمد یونس سلیم صاحب ایڈوکیٹ اور مولوی حبیب محمد خاں صاحب کی استدعا پر نعش بغرض تدفین ان کے حوالے کی گئی۔ قبرستان میں تدفین کے موقع پر ان اصحاب کے علاوہ شمس حسینی شاد پرنسپل اردو آرٹس کالج، مولوی حبیب حسن بالفقیہ اور دیگر احباب موجود تھے۔

(بحوالہ سیاست حیدرآباد)

انجمن بیجاپور کا انتخاب

یکم مارچ ۱۹۶۲ء کو ٹھیک ۸½ بجے شب بمقام انجمن ہال بیجاپور "انجمن ترقی اردو ہند" (شاخ بیجاپور) کا سال رواں کا سالانہ انتخابی جلسہ ہوا جس میں حسب ذیل عہدیداران انجمن کا انتخاب ہوا۔

پیرزادہ اقبال (صدر) سید حبیب الدین بجشتی (نائب صدر) جناب معین الدین صاحب خطیب وکیل (معتمد) سید عطاء اللہ منشی عطا (شریک معتمد)

علاوہ ازیں مزید پندرہ اراکین برائے مجلس عاملہ منتخب کئے گئے۔

انتخابی جلسے کے فوراً بعد ہی ایک طرحی مشاعرہ منعقد کیا گیا جس میں تقریباً تیس (۳۰) شعراء شریک تھے۔ مشاعرہ رات کے ٹھیک ۲½ ڈھائی بجے بحسن و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

(معین الدین خطیب معتمد)

[illegible] انجمن ترقی اردو (ہند) [illegible] نے [illegible] میں چھپوا کر دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا۔